انا خاتم النبیین لانبی بعدی

الکلام الفصیح

فی تحقیق الحیات المسیح

(الملقب بہ اسم تاریخی)

ابواب تردید غلام احمد قادیانی ۱۹۳۰ء

حضرت مولانا سید محمد عرب مکی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی اشرف خلائقه خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ وعلی اله واصحابه اجمعین ۔ امابعد!

اہل اسلام پر مخفی نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو اس فرقہ قادیانیہ سے جس قدر مضرتیں پہنچیں ہیں وہ عرصہ تیرہ سو سال میں کسی فرقہ سے نہیں پہنچیں۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بھیس میں غلامان محمد ﷺ کو کفر و گمراہی کی تبلیغ کرتے ہیں اور صراط المستقیم سے بہکا کے قعر مذلت میں لے جانے کی سعی کرتے ہیں۔ اس لئے ہر ذی علم فرقہ اہل سنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر پہلو سے اور ہر کوشش سے اپنے سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کو اس فرقہ احمدیہ، مرزائیہ، قادیانیہ کے پھندے سے بچائے اور ان کے تزویر سے رہائی دینے کی سعی و کوشش کرے اور اس فرقے کے پوست کندہ حالات مسلمانوں کے سامنے رکھ کر بتلا دے کہ اہل اسلام کے عقائد و خیالات ایسے نہیں ہو سکتے اور اسلامی دلائل کے تحت جو شبہات انہوں نے پیدا کئے ہیں۔ ان کے منصفانہ جوابات سے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو مطلع کر دے۔ اسی فرض کو محسوس کرتے ہوئے یہ تصنیف عمل میں آئی ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف اس رسالہ کو نظر غور سے ملاحظہ کریں گے۔ وماتوفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب!

العاجز محمد المکی عفی عنہ تنزیل دار جلنگ

مورخہ یکم رجمادی الاخر ۱۳۴۹ھ

مرزا غلام احمد کے الہامات کا ذبہ و مذہب قادیان کے مختصر حالات

رہبر قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ حاصل کیا اور اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے اور زمینداری کی نگرانی میں لگے رہے اور ان چند سال انگریزی ملازمت میں بھی بسر ہوئے۔ ان کے والد کے مرنے سے قبل ان کو تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا: ”والسماء والطارق“ یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء قدر کا مبدأ ہے اور قسم ہے اس حادثے کی جو غروب کے بعد نازل ہوگا۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۰۹، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۸)

اوران کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا کی طرف وحی ہوا اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارے والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائیں گے جب ان کو اپنے والد کی وفات کے نسبت یہ الہام ہوا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بعض وجوہ آمدنی والد کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء پیش آئے۔ اس وقت یہ دوسرا الہام مرزا قادیانی کو ہوا۔ (حقیقت الوحی ص ۲۱۰، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۰)" الیس اللہ بکاف عبدہ "یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ پھر جب چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا نے ان کو الہام کے ذریعہ سے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا: "الرحمٰن علم القران لتنذر قوما ماانذر اباء هم، لتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین" (حقیقت الوحی ص ۳۳۵، ۳۴۴، خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۸، ۳۵۷)

"یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھایا اور اس کے صحیح معنی تجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تو ان لوگوں کو برے انجام سے ڈرائے۔ جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متوجہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا کہ ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔ گویا آپ سب سے پہلے مومن ہیں۔"

مگر الہامات میں جناب مرزا قادیانی کے والد وداوا کے مومن ہونے کا کہیں ثبوت نہیں پایا جاتا ہے لہٰذا معلوم نہیں وہ کیا تھے۔ جب کہ مرزا قادیانی اول المومنین بنے تو کیا ان سے قبل اور کوئی مومن نہ تھا؟ اس کے بعد مرزا قادیانی نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اللہ پاک نے الہام میں اس کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا جیسا کہ عبارت (حقیقت الوحی، ازالہ اوہام ص ۶۳۴، خزائن ج ۳ ص ۴۴۲) عبارت الہام یہ ہے: "جعلناك المسیح ابن مریم "ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا اور پھر یہ الہام ہوا: "الحمدللہ الذی جعلك مسیح بن مریم " (حقیقت الوحی ص ۸۸، خزائن ج ۲۲ ص ۹۱)"انت شیخ المسیح الذی لایضاع وقته كمثلك در لایضاع"

(حقیقت الوحی ص ۹۰، خزائن ج ۲۲ ص ۹۳)

"یعنی خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں جاتا۔" (اقول) مرزا قادیانی کے معتقدین ان کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لفظ بھی کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ

میرے دل میں اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی۔ اقول کیا نبی آخرالزمان خاتم النبیین محمد ﷺ کا یہ مسلمہ اہل اسلام کے نزدیک معجزہ نہیں کہ قرآن کریم عربی زبان میں ان پر اترا اور ملک عرب میں اور وہ بھی عرب تھے۔ اگر یہ امر معلوم ہے تو پھر یہی قرآن مجید عربی اور عجمی النسل پر کیونکر اتر سکتا ہے؟ جن کی تعلیم بھی ہر طرح سے محدود ہو اور دوسرے حضرات اہل علم کو ہر طرح محتاج ہوں۔ قرآن مجید تو اس اُمی نبی کا معجزہ ہے جس نے بشر سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میرے وحی کی معارض نہیں۔''

(اعجاز احمدی ص ۳۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۰)

اقول لازم تو یہ تھا کہ ان پر وحی ان کی زبان میں ہوتی جس کو وہ جانتے تھے۔ یعنی پنجابی زبان میں۔ حالانکہ مرزا قادیانی کی کتاب (حقیقت الوحی ص ۳۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو انگریزی میں بھی وحی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:

I love you. I am with you. yes, I an. happy life of pain. I shall help you. I can, what I will do. We can, what we will do. God is coming by His army. He is with you to kill enemy. The days shall come when God shall help you. Glory be to the Lord. God maker of earth and heaven.

ترجمہ: وحی انگریزی (حقیقت الوحی ص ۳۰۴، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۷) ''میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہاں میں خوش ہوں۔ زندگی دکھ کی (یعنی موجودہ زندگی تمہاری تکالیف کی زندگی ہے) میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں کرسکتا ہوں جو چاہوں گا۔ ہم کرسکتے ہیں جو چاہیں گے۔ خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔ وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ خدائے ذوالجلال آفرینندۂ زمین وآسمان ہے۔'' حضرات ناظرین مقام غور ہے کہ مرزا قادیانی کس قدر لغو وافتراء باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں ''اللھم احفظنا من شرور انفسنا''

(اقول) جتنے نبی ورسول تشریف لائے ہر ایک پر خدائے تعالیٰ نے ان کی زبان میں

کتاب یا صحیفے اتارے تا کہ وہ کسی بشر کے محتاج نہ ہوں۔ مگر مرزا قادیانی کی وحی باوجود ادعائے نبوت اس کے برعکس ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں۔ وہ اپنے قول کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز اور قرآن مجید میں ان کو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن مجید میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر چپ ہو گیا۔ لہٰذا ان کا زندہ بجسدہ العصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رو سے خلاف واقع سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال حیات مسیح کو نصوص بینہ قطعیہ قرآن مجید کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہو۔ بلکہ بخاری میں بجائے ان باتوں کے: "امامکم منکم" لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت دی ہے۔ اس زمانہ میں باری تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سرے پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو بھی کھول دیا اور ظاہر ہے جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ پس میں جو نزول مسیح کے معنی کرتا ہوں۔ وہ نئے معنی نہیں ہیں بلکہ وہی معنی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں۔ کیونکہ نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمے سے بالکل ہم شکل ہے۔ پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر رہے۔ تو مولویان اسلام کی تمنا کیونکر پوری ہو سکتی ہے۔ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر۔ ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشین گوئی ہو گئی۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل میں محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا۔ اسی رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔ حالانکہ اسی براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا اور مجھ سے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن

اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کے مصداق ہے: "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ" تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے طرز پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی کتاب میں عیسٰی علیہ السلام کے آمد ثانی کا عقیدہ لکھ دیا اور قریباً بارہ برس تک اس رکی عقیدہ پر جما رہا۔ جب وہ وقت آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے اور مجھے حکم ہوا: "فاصدع بماتوء مر" یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے اور یہ بھی کہ مہدی آخر الزمان میں ہی ہوں۔

ابن مریم ہوں مگر آیا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

انتہی ملتقطاً من تصانیف القادیانی

(اوّل) مرزا قادیانی نے اپنے مقابلہ کے لئے دجال کی بھی ایجاد کی۔ ان کا بیان ہے کہ حدیثوں میں دو قسم کے صفات دجال معہود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور دوسرا یہ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ان دونوں باتوں میں اگر حقیقت پر عمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں۔ کیونکہ نبوت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا کا قائل ہو اور خدائی کا دعویٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو۔ پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں۔ بلکہ وہ دجال کے معنی دجل سے اس طرح لیتے ہیں کہ لغت عرب کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے اور در اصل نہ امین ہو نہ متدین۔ بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ اور فریب ہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کی اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں۔ یہ گروہ چونکہ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نیا ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتا ہے۔ یہ فعل امر دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعویٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانے سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ طریق ان کا نبوت کے دعویٰ کے مشابہ ہے اور اس دام میں عیسائی گرفتار ہیں اور دجال کا دوسرا گروہ جن کے افعال خدائی کا دعویٰ سے مشابہ ہیں۔ یورپ کے فلاسفروں اور کلوں

کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے اسباب وعلل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہاء تک پہنچادیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس روی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور وہ رات دن اس تلاش میں لگے ہوئے ہیں کہ خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں پانی برسائیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں اولاد پیدا کردیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنا دیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ ہے اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے عیسائی ہیں۔ غرضیکہ دراصل یہی لوگ دجال ہیں۔

(اقول) مرزا قادیانی نے جب نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قرار دیا تو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے مقابلہ میں دجال کا آنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا دجال کے لئے بھی تاویلیں بنا لیں اور پھر ایک دجال نہیں بلکہ کئی ایک دجال ٹھہرائے۔ وہ خود کہیں معنوی عیسیٰ علیہ السلام بن رہے ہیں اور کہیں موسیٰ علیہ السلام اور کہیں تمام انبیاء عظام کا اپنے آپ کو مظہر اتم قرار دے رہے ہیں۔ جو رسالہ کتاب (حقیقت الوحی ص ۷۲، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶ حاشیہ) سے معلوم ہوتا ہے۔

گاہ عیسیٰ گاہ موسیٰ گاہ فخر الانبیا
گاہ ابن اللہ گاہے خود خدا خواہد شدن
نسبت فخر غلامی مرنیاید مرترا
میرزا ایک غلام بیوفا خواہد شدگان

افسوس کہ دنیا سے علم واہل انصاف اٹھ گئے ان کے متبعین معتقدین اور ان پر ایمان لانے والوں میں کوئی ایسا نہیں کہ کم سے کم ان کے اقوال پر غور کرتا۔

دجال کی آمد اور اس کے کوائف

ہم مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب دجال خروج کرے گا۔ اس کا نکلنا اور آنا حق ہے۔ سنی وشیعہ کی تمام کتب عقائد میں دجال کا آنا تسلیم کیا گیا ہے۔ دجال ایک آدمی عجیب الخلقت ہے۔ ایک آنکھ سے کانا۔ سرخ چشم۔ اس کے بال کثرت سے اور گھونگھر والے ہوں گے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم وابوداؤد وغیرہ نے مختلف صحابہ سے روایتیں کی ہیں اور ابوداؤد نے عبادہ ابن صامتؓ سے جو دجال کا پست قد ہونا روایت کیا ہے۔ یہ عظیم الخلقت ہونے کے منافی نہیں ہو

سکتا ہے کہ کھنا بھی ہو اور موٹا تازہ بھی ہو اور اس کی سواری میں سفید گدھا ہوگا۔ جیسا کہ بیہقی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ مشکوٰۃ میں اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ دجال کے نکلنے سے تین برس پہلے لوگ قحط میں مبتلا ہوں گے۔ پہلے سال تہائی حصہ مینہ اور روئیدگی ہوگی اور دوسرے سال دو تہائی کم ہوگی اور تیسرے سال کچھ بھی مینہ نہیں برسے گا اور کچھ روئیدگی نہیں ہوگی۔ اور تمام حیوانات اور چوپائے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس وقت دجال خراسان سے ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے روایت کی ہے کہ سحر اور شعبدے اس کے ساتھ ہوں گے۔ اس کے حکم میں ہوں گے حتیٰ کہ جب ایک شخص کو کہے گا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے والدین کو زندہ کردوں تو تو اس وقت مجھ کو رب جانے گا؟ اس وقت شیاطین اس کے ماں باپ کی صورت بن جائیں گے اور اس کو کہیں گے کہ اے فرزند! اس کی متابعت کر کہ یہ پیدا کرنے والا ہے۔ اس سبب سے بہت خلق اس کی متابعت کر کے کافر ہو جائے گی۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ بخاری و مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک بہشت اور ایک دوزخ یا ایک پانی اور ایک آگ ہوگی جس کو وہ بہشت یا پانی دکھائے گا۔ وہ حقیقت میں دوزخ یا آگ ہوگی اور جس کو وہ دوزخ یا آگ دکھائے گا وہ بہشت یا شیریں پانی ہوگا۔ انتہیٰ

اگر کوئی مومن گرفتار اس کا ہوگا تو جانے گا کہ وہ کافر ہے خدا نہیں ہے۔ اس لئے کہ خدا بشر کا سا جسم نہیں رکھتا اور کانا نہیں۔ بخاری و مسلم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ اسی انکار پر دجال ایک مومن برگزیدہ کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا۔ مگر وہ مرد با خدا اس کی خدائی کا اعتراف نہ کرے گا۔ یہی کہتا رہے گا کہ تو وہی مسیح کذاب ہے جس کی خبر ہم کو محمد ﷺ نے دی ہے اور یہ بھی بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ دجال مشرق کی طرف سے خروج کر کے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوگا اور کوہ احد کے پیچھے اترے گا۔ ملائکہ اس کو شام کی طرف متوجہ کریں گے اور شام ہی کی طرف روانہ ہوگا۔ نواس بن سمعانؓ سے مسلم نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ہنوز دجال بدمآل اپنے شغل میں مصروف ہوگا کہ دفعۃً اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا اور وہ نزدیک منارہ سفید جانب شرقی دمشق کے اتریں گے اور پھر دجال کی طلب میں روانہ ہوں گے۔ باب لد (جو ایک موضع ہے ولایت شام سے) میں پہنچ کر اس کو قتل کریں گے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں اتریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اردن میں اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے کیمپ میں اتریں گے۔ ان روایات

میں کوئی منافات نہیں۔اس لئے کہ بیت المقدس دمشق کی شرقی جانب ہے اور مسلمانوں کا کیمپ وہیں ہوگا اور اردن نواح بیت المقدس کا نام ہے۔کمافی الصحاح وغیرہ اور بیت المقدس اس میں داخل ہے اور بیت المقدس میں اگرچہ منارہ نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے سے پہلے بنے گا۔صحیح مسلم میں ہے کہ وہ بعد میں اترنے ان کے زمین پر سات برس ٹھہریں گے اور ابن جوزیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کتاب الوفا میں روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور ۴۵ برس تک زندہ رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور قبر مبارک رسول اللہ ﷺ میں دفن ہوں گے۔

علماء نے دونوں روایتوں کی تطبیق میں گفتگو کی ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے اس قول میں:''الا انہ لا نبی بعدی'' کی دلیل ہے۔اس مطلب پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو امت محمدیہ میں سے ایک حاکم ہو کر اتریں گے۔لوگوں کو شریعت محمدی کی طرف بلائیں گے۔ نبی صاحب شریعت ہو کر نہیں اتریں گے۔میرے نزدیک اس میں کوئی منافات نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر اتریں اور محمد رسول ﷺ کی شرع کے احکام بیان کرنے میں ان کے تابع ہوں۔گویا احکام ان کی وحی کے ذریعہ سے پہنچیں اور:''الا انہ لا نبی بعدی'' کے معنی یوں کئے جائیں گے کہ نیا کوئی نبی ﷺ کے بعد پیدا نہ ہوگا۔اس لئے کہ آنحضرت ﷺ خاتم پیغمبران ہیں۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس موقع پر اپنے رسالہ الخطاب الملیح میں بہت اچھی تقریر فرمائی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تابع شرع محمدی ہو کر تشریف لانا یقینی ہے۔اس میں نہ ختم نبوت میں قدح لازم آتا ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبوت سے معزول ہونا لازم آتا ہے۔کیونکہ وہ اس وقت نبی بھی ہوں گے اور تابع دوسرے نبی یعنی ہمارے حضور ﷺ کے بھی ہوں گے۔جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام خود بھی نبی تھے اور شریعت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔پھر بھی تابع ہونے سے معزول ہونا لازم نہیں آیا۔البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت صاحب شریعت مستقلہ ہوتے تو حضور ﷺ کو اسی وقت نبوت عطاء ہوتی۔پہلے زمانہ میں نبوت نہ مل چکتی تو حضور ﷺ پر نبوت کا ختم نہ ہونا بے شک لازم آتا۔مگر جب ایسا نہیں ہے بلکہ ایک ایسے نبی جن کو حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔حضور ﷺ کے تابع شرع ہو کر آئیں گے تو اس صورت میں نہ حضور ﷺ کی ابدیت شریعت میں کوئی خلل ہوا اور نہ ختم نبوت میں کوئی قدح ہوا۔اگر صرف اتباع کا نام معزولی ہے تو

حدیث صاف تصریح ہے: "لوکان موسیٰ حیاً لما وسعه الا اتباعی " اس بناء پر معنی حدیث کے یہ ہونا چاہئے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام میرے وقت میں زندہ ہوتے تو نبوت سے معزول ہو جاتے۔ پس یہی سوال ہم کرتے ہیں کہ اس صورت میں موسیٰ علیہ السلام کی کیا خطا تھی جو وہ نبوت سے معزول کر دیئے جاتے۔ انتہیٰ۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: "میں مسیح ابن مریم ہوں۔"

(حقیقت الوحی ص ۸۸، ۸۹، خزائن ج ۲۲ ص ۹۲، ۹۱)

اصل عبارت یہ ہے: "الحمد لله الذی جعلك المسیح ابن مریم لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون یعنی اس خدا کی تعریف ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں۔"

اہل اسلام پر مخفی نہ رہے کہ یہاں مرزا قادیانی مسیح ابن مریم ہونے کا صریح دعویٰ کر رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے: "من امر ربی "جو دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی علیہ ما علیہ ابن غلام مرتضیٰ کسی نامعلوم نطفے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ باپ غلام مرتضیٰ سے صریح انکار کرتے ہوئے دعویٰ مسیح ابن مریم ہونے کا رکھتے ہیں۔ چونکہ شاید مرزا قادیانی بن غلام مرتضیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ عرب کا یہ مقولہ ہے کہ: "من ادعی الی اب غیرہ فهو ابن حرام "یعنی جو اپنے باپ سے انکار کرے وہ ابن حرام ہے۔ یعنی حرام زادہ ہے: "او من انکر نسب ابیه فهو بن لقطة "یہ دونوں مقولے عرب میں حرامی النسل کے لئے ضرب المثل ہیں۔ اس بارے میں چند احادیث بھی کتب احادیث میں وارد ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے وہ ملعون جہنمی ہے۔

الغرض مرزا غلام احمد قادیانی کتاب حقیقت الوحی وغیرہ میں کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور پھر لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو قبول دیا اور ظاہر فرمایا کہ مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود تو ہی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ ہرگز رفع جسمانی مسیح ابن مریم کا نہیں ہوا۔ ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوئی اور نہ صلیب کے دنوں میں رفع روحانی ہوئی۔ کیونکہ پیلاطس گورنر قیصر کے ہاتھ میں عیسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کی کارروائی تھی۔ اس کی بیوی نے

خواب دیکھا کہ اگر یہ شخص مرگیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اس لئے اس نے اندرونی طور پر کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچالیا اور اس زمانہ میں صلیب پر چڑھانے کا یہ دستور تھا کہ صلیب سے ملا کر ہاتھوں میں لوہے کی میخیں ٹھونک دیتے تھے اور تین دن تک اسی طرح لٹکا ہوا رہنے دیتے تھے۔ اس عرصہ بھوک اور پیاس کے صدمہ سے وہ شخص مرجاتا تھا۔ جس دن مسیح علیہ السلام کو صلیب کی سزادی گئی۔ اس کے دوسرے دن یہودیوں کی عید تھی۔ تین گھڑی کے بعد گورنر کے اشارے پر مریدوں نے مسیح کو مرنے کے قبل صلیب سے اتار لیا اور چالیس دن تک علاج کئے جانے سے انہوں نے صلیب کے زخموں سے شفاء پائی اور ۸۷ برس زندہ رہے اور اپنے وطن سے پوشیدہ طور پر نکل کر ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے اور وہاں سے افغانستان پہنچے۔ اس کے بعد پنجاب میں آئے اور وہاں سے کشمیر چلے گئے اور بقیہ عمر سری نگر میں گزاری اور ایک سو پچیس برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے۔ محلہ خان یار کے قریب دفن کیے گئے اور اب تک قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر مشہور ہے۔

فرقہ مرزائیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے

"اذقال اللہ یاعیسی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا............الخ"

یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔ تجھ کو اپنی طرف اور تجھ کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے۔ یہ آیت صریح اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ موت کے بعد ان کا رفع ہوگا۔ پس دو امر قابل تصریح ہیں۔ اول رفع، دوسرا واقعہ وفات۔ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بخوبی ثابت ہے کہ موت اول ہے اور رفع بعد میں۔ اس صورت عام محاورۂ قرآن کے لحاظ سے رفع روحانی مراد ہے نہ کہ جسمانی اور لفظ توفی قرآن کے محاورہ میں جب اس طرح مستعمل ہو کہ اس کا فاعل خدا یا ملائکہ ہوں تو صرف قبض روح کا فائدہ بخشتا ہے اور باستقراء قرآن ۲۳ مواقعوں سے ثابت ہے۔ اس لئے سوائے موت کے دوسرے معنی مراد لینا قرآن کے خلاف ہے اور موافق روایت بخاری کے جو ابن عباسؓ سے "متوفیک" کے معنی ممیتک کے ثابت ہیں اور دوسرے مفسرین مثلاً صاحب کشاف ومدارک وغیرہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور بعض علماء نے متوفیک کے معنی ممیتک کے لے کر عبارت قرآن میں تقدیم وتاخیر مانی ہے۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ تقدیم وتاخیر ماننے کی صورت میں حکم خداوندی

کے خلاف لازم آتا ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "اتبعوا ما انزل الیکم " یعنی جو کچھ تمہاری طرف اترا ہے اس کی اتباع کرو اور تقدیم وتاخیر کی حالت میں جو کچھ اللہ نے بھیجا ہے اس کی اتباع نہ ہوگی۔ بلکہ قرآن کو اپنی رائے کا تبیع بنانا ٹھہرے گا اور موت کا حصر ذات باری تعالیٰ کے ساتھ لفظ انی سے ثابت ہے اور یہ لفظ اس پر گواہی دیتا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مار سکتے۔ اس جگہ موت کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے مراد موت طبعی ہے۔ جس کی اسناد غیر کی طرف نہیں ہوسکتی۔ انتھیٰ کلام المرز اغلام احمد علیه ماعلیه!

الجواب ...... مرزائیوں کی پہلی دلیل کا جواب قاطع

اوّل.....فرقہ مرزائیہ نے اس بحث میں دو باتیں پیش کی ہیں۔ اول لفظ رفع دوسرے توفی۔ پچھلے لفظ کے معنی حقیقی پورا لینے کے ہیں اور مجازاً موت اور نیند کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جو لوگ اس کو موت کے معنی میں سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "توفی" اگرچہ باعتبار ترتیب ذکر کے رفع سے مقدم ہے۔ لیکن ترتیب وقوعی کے لحاظ سے مؤخر ہے اور واو عطف کے لئے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ترتیب وقوعی کو بیان کرے۔ جیسے اس جگہ: "یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی " سجدہ کو رکوع سے پہلے بیان کیا۔ مگر وقوع کے لحاظ سے مقدم نہیں ہے اور جو نیند کے معنی میں لیتے ہیں۔ وہ متوفیک کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ میں تجھ کو سوتے میں اٹھانے والا ہوں تاکہ تجھ کو خوف پیدا نہ ہو اور تو ایسی حالت میں بیدار ہو کہ آسمان پر امن وتقرب کے ساتھ موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر ایسے بندوں کو جن کو زمانہ آئندہ میں آنے کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ نیند کے ذریعہ سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں یہ ثابت ہے کہ اصحاب کہف تین سو نو برس تک غار میں نیند کی وجہ سے محفوظ رہے: "ولبثوا فی کهفهم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعا " اور حقیقی معنے کی تقدیر پر متوفیک سے یہ مراد ہوگی کہ تجھ کو روح اور جسد کے ساتھ آسمان پر اٹھالوں گا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مرزائیوں کا استدلال آیت سے درست ہوسکتا ہے یا نہیں۔ یعنی موت اور قبض روح کے معنی اس آیت سے ثابت ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اہل دانش جانتے ہیں کہ معانی نصوص کے لگانے میں دو باتوں کا لحاظ ضرور ہوتا ہے اور موارد نصوص کا لحاظ کرنا پھر معانی کے ساتھ الفاظ کی مناسبت کا لحاظ کرنا ضرور ہے۔

پس "انی متوفیك " سے موت کے معنی بغیر تقدیم وتاخیر کے لیں گے تو مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو اس آیت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے اور ظاہر

ہے کہ موت کی خبر دینے سے کسی کو تسلی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی کے دوست کو اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک کا خوف ہو اور وہ شخص اپنے دوست سے کہے کہ تم مت گھبراؤ میں تم کو مار کر تمہاری روح کو اپنے پاس بلند کرلوں گا۔ تو ایسی بات کہنے سے اس کو کیسے تسلی ہو سکتی ہے۔ بلکہ پریشانی اور بھی بڑھ جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ توفی کے معنی موت کے لے کر رفع کو روحانی قرار دینا بالکل سیاق کے مخالف ہے۔ کیونکہ آیت مذکور تسلی واطمینان کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے مقتضائے مقام یہ ہے کہ اس رفع سے ایسا رفع مراد لیا جائے جو باقی ابنائے جنس میں عموماً نہ پایا جاتا ہو اور رفع روحانی تو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء اولیاء اللہ میں پایا جاتا ہے۔ اس بناء پر ضرور ہے کہ توفی کے معنی موت کے سوا کوئی دوسرے لئے جائیں اور رفع کو رفع جسمانی قرار دیا جائے تا کہ امتنان خداوندی کے لئے وجہ معقول پیدا ہو جائے۔ الفاظ قرآن کی ترکیب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رفع سے رفع روحانی مراد نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یا عیسیٰ اس قول میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور عیسیٰ روح مع الجسد کا نام ہے نہ صرف روح کا۔ نا صرف جسد کا۔ بعد اس کے فرمایا ہے: "انــــی متـــوفیك" یہاں بھی کاف خطاب سے روح مع الجسد مراد ہے۔ بعد اس کے فرمایا: "رافعك الیّ ......" روح مع الجسد مراد ہے۔ ورنہ یوں فرماتا۔ رافع روحك الي اورك کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس سے بھی رفع مع الجسد ہی سمجھا جاتا ہے اور جہاں رفع سے رفع روحانی مراد ہے۔ وہاں قرینہ پایا جاتا ہے۔ جیسے: "یرفع الله الـذین امنوا منکم والذین اوتوالعلم درجات۔" اللہ اونچا کرتا ہے ان کے درجے کو جو تم میں ایمان رکھتے ہیں اور جان کہ وہاں قرائن رفع روحانی کے خلاف موجود ہیں اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خطاب ہے نہ روح کی طرف۔

اسی طرح اکابر علماء کرام جیسے امام فخر الدین رازیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے نہایت تحقیق سے لفظ "تـــوفـــی" کے معنی صاف کئے ہیں اور اس سے رفع جسمانی ثابت کیا ہے اور بعض مفسرین جیسے ابوالسعو داور خازن وغیرہ نے رفع روحانی کو نصاریٰ کے مزعومات سے بیان کیا ہے اور ابوالسعو د نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بغیر موت اور نیند کے ثابت ہے اور یہی قول حسن اور زید کا ہے اور طبرانی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور یہی ابن عباسؓ سے صحت کو پہنچا ہے اور کاف خطاب وغیرہ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ یہی معنی مراد لئے جائیں اور یہی توفی کے معنی لغوی کے مناسب ہیں۔ جو پورا لینے کے معنی میں آیا ہے اور پورا لینا ضرور اسی میں ہے کہ

رفع جسمانی قرار دیا جائے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ: "انی متوفیك " سے مراد موت ہی ہے تو یہ بھی رفع جسمانی کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اور بے شمار قرآن کی آیتیں ہیں جن میں معنی کی تقدیم وتاخیر الفاظ کے برخلاف ہے اور مخالفین کا کہنا کہ تقدیم وتاخیر کے ماننے میں قرآن کو غلط کرنا ہے۔ اس لئے کہ خدا موافق واقعہ کے بیان کرتا ہے۔ درست نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی "اس میں سجدہ کا ذکر پہلے ہے۔ حالانکہ پہلے رکوع مقصود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر میں فصاحت وبلاغت کے خلاف نہیں۔ پس یہاں بھی رفع مقدمۃ المعنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر کی ہے اور موافق واقعہ کے الفاظ کو بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے: "وادخلوا الباب سجداوقولوا حطة نغفرلکم "یعنی دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو گناہ اترے اور سورۂ اعراف میں ہے: " وقولوا حطة وادخلوا الباب سجدا " پچھلی آیت کی ترتیب کے خلاف ہے اور واقعہ ایک ہی ہے۔

پس جب کہ "متوفیك " کے معنی "ممیتك " کے لیں گے تو اسی کی یہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے اور اب رفع کے بعد موت قرار دی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے قبل جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا۔ پھر قرب قیامت میں ان کو زمین پر نازل کر کے مارے گا اور ابن عباسؓ نے "متوفیك " کے معنی ممیتک لئے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ تصریح نہیں کی کہ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الہ نے مارا پھر رفع روحانی کی۔ حالانکہ ابونعیم کی روایت کتاب الفتن میں اور اسحاق ابن بشیر کی روایت درمنثور میں ہمارے مدعا کے موافق ہے اور فتح الباری اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں آیت: "وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته "میں سند صحیح سے ابن عباسؓ سے "ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے اور اس کے خلاف پھیرنے کی تضعیف کی ہے۔ یعنی اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے مرنے سے قبل ان پر ایمان لائیں گے اور یہ ذکر اس وقت کے ایمان کا ہے جب کہ زمانہ آخر میں مسیح علیہ السلام دنیا میں نزول فرمائیں گے اور مرزائی یہ جو کہتے ہیں کہ "توفی " قرآن میں استقراء کے ساتھ قبض روح کے معنی میں ۲۳ مواقع سے ثابت ہوتا ہے۔

پس بموجب اس استقراء کے موت کے معنی میں لینا چاہئے اور دوسرے معنی میں لینا

قرآن کے خلاف ہے۔ (اقول) جواب اس کا یہ ہے کہ معنی مجازی ہے جو بغیر قرینہ کے مستعمل نہیں ہوتا۔ "توفی" اس معنی میں قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ اس لئے اسے استقراء نہیں کہہ سکتے۔ قرینے کی مجبوری ہے اور اس آیت میں چونکہ قرینہ نہیں ہے۔ اس لئے حقیقی معنی میں لیا جائے گا اور یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے: "وقولهم انا قتلنا المسيح ابن مريم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاحكيما"

یعنی یہودیوں کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو پیغمبر اللہ کا تھا مار ڈالا اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے۔ لیکن مشتبہ کر دیا گیا۔ اس کے لئے جن لوگوں نے اختلاف کیا۔ اس معاملہ میں وہ اس جگہ شک میں پڑ گئے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں صرف گمان کرتے ہیں اور ان کو بے شک قتل نہیں بلکہ اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ جب کہ تمام عوارض بشری مسیح میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر کون سا امر ان کو موت طبعی سے روک کر رفع روحانی سے رفع جسمی کی طرف منتقل کرتا ہے۔ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالف ہو گئے تھے۔ خود تو ان کو قتل نہیں کر سکتے تھے اور روم کی سلطنت ان کے اختیار میں نہ تھی۔ اس لئے ان پر یہ الزام لگایا کہ بغاوت اور بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس الزام کا ثبوت دیا تا کہ ان کو صلیب کے ذریعہ سزا دی جائے۔ مارا جانا یہودیوں کے خیال میں بروے توریت مدعی کاذب اور ملعون کے لئے مقرر تھا ورنہ قتل انبیاء اور اولیاء کے لئے علو مدارج اور درجات شہادت کا باعث ہے۔ اس لئے خدا نے مسیح علیہ السلام کی تنزیہ صلیب کی موت سے کی۔ تا کہ یہودیوں کا زعم باطل ہو جائے اور یہ مراد نہ تھی کہ مسیح علیہ السلام کو کسی قسم کی موت واقع نہ ہوگی۔ صرف لعنت کی موت سے مسیح علیہ السلام کو بری کرنا مقصود تھا اور لفظ "شبه لهم" یہاں صرف یہ جتانے کیلئے ہے کہ حضرت مسیح مقتول اور مصلوب کی طرح ہو گئے اور اصلی طور پر مصلوب اور مقتول نہیں ہوئے اور اس کلام سے خدا کی دو اغراض تھیں۔ ایک تو نصاریٰ کے کفارہ کا خیال باطل کرنا۔ دوسرے یہودیوں کا یہ فاسد عقیدہ باطل کرنا کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔

پس ''شبہ لھم '' کہہ کر دونوں گروہ کے خیالات کی تردید کردی: '' وما قتلوہ وما صلبوہ '' میں یہ بات جتلاتا ہے کہ صلیب پر چڑھ جانے کا تو واقعہ ظہور میں آیا قتل واقع نہیں ہوا۔ پچھلا'' ماقتلوہ '' تاکید کرتا ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر مرنے سے بچ گئے۔ لیکن اس واقعہ صلیب کی نفی ثابت نہیں ہوتی غرض اس سے یہودیوں کے خیال کا باطل کرنا تھا کہ نبی کاذب مقتول ہوتا ہے اور: '' رفعه الله الیه '' اس لئے بیان کیا کہ یہود کہا کرتے تھے کہ اس جسم کے مقتول کی روح شیطان کے پاس چلی جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح علیہ السلام کی روح میرے پاس چلی آئی تو اس سے رفع روحانی ثابت ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک علو درجہ کا موجب ہے۔ چونکہ قرآن کو اہل کتاب کے خیالات فاسد کی تردید منظور تھی۔ اس لئے لفظ لفظ سے ان کے خیالات کو باطل کیا: ''الی ھنا تم کلام المرزائیۃ نقلاً من کتاب حقیقت الوحی وغیرہ!

الجواب ...... مرزائیوں کی دوسری دلیل کا جواب

اوّل: جواب اس کا یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم کے اٹھالئے گئے۔ اس آیت میں مرزائیوں کی تاویل کا میدان بالکل کوتاہ ہے۔ اس آیت سے اتنے امور ثابت ہوتے ہیں: (اولاً)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقتول ومصلوب نہ ہونا۔ (ثانیاً)...... یہودیوں کو اس واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل وشناخت کی بابت شبہ پیدا ہوجانا اور ان کا شک میں پڑ جانا۔ (ثالثاً)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسد کے آسمان پر اٹھالیا جانا۔

مرزائیوں کو پہلے امر سے انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سولی چڑھائے گئے اور تین ساعت تک وہ اس پر آویزاں رہے۔ چونکہ سولی پر مرے تو نہیں بلکہ غش آ گیا تھا۔ معالجہ کے بعد صحت پاکر یہودیوں سے چھپ کر رہنے لگے اور پھر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ مگر قرآن مجید سے یہ مطلب کسی طرح سے ثابت نہیں ہوسکتا جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو مسیح کا صلیب پر چڑھنا مقبول نہ ہوگا اور نہ ایسا کسی مسلمان کو عقیدہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ ان کا یہ کہنا کہ صلیب دیا جانا یہودیوں کے نزدیک طعن کا موجب تھا۔ بالکل غلط اور لغو ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء کا مقتول ہونا عار کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ توریت کے زمانہ میں بھی اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مقتول ہوئے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بدتر طور پر انبیاء کو بنی اسرائیل نے قتل کیا ہے اور یوں تو یہودیوں کے طعن سے اب تک حضرت مسیح علیہ السلام سبکدوش

نہیں ہوئے۔ حالانکہ آیت: ''انی متوفیك'' ان کی تطہیر کے باب میں نازل ہوئی ہے اور تطہیر سوائے رفع جسمانی کے ممکن نہیں۔ مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں یہ جو تحریر کرتے ہیں کہ مسیح صلیبی موت سے بچ کر اور صلیب کے زخموں سے شفاء پا کر ۸۷ برس زندہ رہے اور اپنے وطن سے پوشیدہ طور پر نکل کر ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے اور وہاں سے افغانستان پہنچے اور ایک مدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد پنجاب میں آئے اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے۔ پھر پنجاب کی طرف لوٹ کر کشمیر کا قصد کیا اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور وہیں رہے۔

اوّل: یہ باتیں کسی طرح نقل صریح اور شرع سے ثابت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملے میں عزیز وحکیم فرمایا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کو اتنی مصیبت اور تکلیف جھیلنی پڑی کہ بے چارے دار پر چڑھے۔ زخموں کی تکلیف اٹھائی اور وطن چھوڑنا پڑا۔ اس سے موت ہزار درجہ بہتر واولیٰ ہے اور چالیس دن تک جراحات کی تکلیف اٹھانا موت سے سخت تر ہے۔ کیونکہ جان تھوڑی سی دیر میں نکل جاتی ہے اور یہ عجیب ہے کہ مرزا قادیانی پوری پیروی نہ تو قرآن کی کرتے ہیں نہ اناجیل کی اور نہ احادیث کی۔ کچھ واقعات اناجیل سے، کچھ قرآن سے اور کچھ احادیث سے لے کر اپنی رائے ومرضی کے موافق ایک فرضی سانچے میں ڈھال لیتے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے نہ وہ تمام وکمال اناجیل سے ملتا ہے۔ نہ قرآن واحادیث سے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کچھ ادھر سے لیتے ہیں۔ کچھ ادھر سے اس طرح اپنی تاویلات کو پھیلاتے ہیں۔ قرآن نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونے کی نفی کی ہے۔ واقعہ صلیب کا قرآن سے ثبوت کب پہنچتا ہے۔ خداوند کریم اس آیت سے دو چیزوں کی نفی کرتا ہے۔ ایک حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل ہونے کی۔ دوسرے ان کو مصلوب ہونے کی۔ قتل عام ہے جو ہر طرح کی موت کو شامل ہے۔

پس قتل نے ہر طرح کی موت کی نفی کی۔ چونکہ پھر بھی شک باقی تھا کہ مقتول نہ ہوئے ہوں۔ مصلوب ہوئے ہوں اور ان کو صلیب پر چڑھانے کی سزا ملی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی ان کی بریت ثابت کی: ''ماصلبوہ'' صاف پکار کر کہتا ہے کہ وہ صلیب کے صدمے سے ہر طرح امن میں رہے۔ سولی دینے کے لئے مرنا شرط نہیں۔ پس مرزا کا یہ کہنا کہ ''ما صلبوہ'' سے سولی پر چڑھنے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ مرنے کی نفی ہوتی ہے۔ یہ کہنا بالکل لغت کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ دار چڑھا کر مرنے سے قبل اتار لئے جاتے اور ''ماصلبوہ'' سے صرف اس بات کی نفی مقصود

ہوتی کہ وہ دار پر مرنے نہیں پائے تو "ماقتلوہ" کا لفظ بے جا ہوتا۔ کیونکہ دوسری قسم پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کا شبہ اہل کتاب کے عقائد میں ہرگز نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت: "وجیھا فی الدنیا والاخرۃ" فرمایا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ان کو دار پر نہیں چڑھایا گیا۔ اگر صرف دار پر چڑھائے جاتے تب بھی ان کی وجاہت جاتی رہتی اور جھوٹے الزام سے وجاہت میں فرق نہیں آ سکتا۔

ہاں! الزام صحیح البتہ ذلت کا سبب ہے اور یہ کتنے بڑے گناہ کی بات ہے کہ نبی کو غیر وجیہ جانا جائے یا غلط طور پر خدا اس کو وجیہ فرمائے۔ اور فرمایا: "مطھرک من الذین کفروا" یعنی تجھ کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے یہ بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ کفار کے نجس ہاتھ ان تک نہ پہنچے ورنہ تطہیر نہیں ہو سکتی اور تطہیر سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو کفار کے الزام سے پاک کیا۔ کیونکہ الزامات کفار سے ان کو جھوٹے میں بولنے اور مردوں کو زندہ کرنے سے پاک کر دیا ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد یہودیوں کے مکر و کید سے حفاظت جان کے موقع پر بچایا جاتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے خیالات فاسدانہ سے قرآن پاک نے تطہیر کی۔ کیونکہ قرآن شریف کی تطہیر کو یہود نہیں مانتے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طہارت قرآن سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ ماننا پڑے گا کہ تطہیر سے مراد قتل اور صلیب کے حادثے سے بچانے کا دوسرا امر یعنی یہود کے شبہ میں پڑ جانے کی نسبت جو تفصیل مرزائیوں نے لکھی ہے۔ اس پر دلائل اسلام سے کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ انجیل اور اس کی تفاسیر کی باتیں درج کر دی ہیں اور "شبہ لھم" سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہودیوں کے سامنے کوئی دوسرا آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا۔ کیونکہ اگر یہ جائز ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت پر کر دیتا ہے تو اس سے سفسطے کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے کہ ہم نے زید کو دیکھا۔

پس یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید زید نہ ہو کوئی اور شخص ہو کہ اس کی صورت زید کی سی ہو۔ اس صورت میں نہ طلاق کا نہ نکاح کا نہ ملکیت کا اعتبار رہے گا۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس سے تواتر میں نقصان لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ خبر متواتر سے علم کا فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ وہ محسوس پر منتہی ہو اور جب کہ محسوسات میں یہ شبہ پڑ گیا تو متواترات پر بھی اعتبار نہ رہے گا اور اس سے تمام شرائع میں خرابی واقع ہو جائے گی اور اس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر طعن لازم آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صورت کے بدلنے سے اصول بگڑتا ہے۔ تو یہ صحیح نہیں۔ اس امر میں جو طریق بہت متکلمین کا مختار ہے یہ ہے کہ یہودیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ سرداران یہود کو عوام میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہوا۔ اس لئے ایک آدمی کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی دے دی اور لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی ہے۔ لوگ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چہرہ شناس نہ تھے۔ صرف نام ان کا سنتے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے میل جول کم رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو یقین آ گیا اور نصاریٰ کی طرف سے اگر اس بات کا دعویٰ پیش ہو کہ ہم کو اپنے بزرگوں سے تواتر کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالضرور مصلوب ہوئے تو یہ خبر متواتر ان کی اس لئے نامعتبر ہے کہ اس کا تواتر تھوڑے سے آدمیوں پر منتہی ہوتا ہے۔ جن کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ عجب نہیں۔ انہوں نے کذب پر اتفاق کر لیا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "شبه لهم" سے یہ مراد نہیں کہ کسی اور شخص کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہو گئی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ شبہ ڈالا گیا ان کے لئے۔ وہ شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھا لئے گئے تو سرداران یہود نے دانستہ طور سے ایک غیر آدمی کو عوام کے دھوکا دہی کی غرض سے سولی دے دی۔ تیسری بات یعنی رفع جسمانی کے ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر یہ مراد نہ لی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا ہے تو غور کرنا چاہئے کہ نہ صرف روح قتل ہوتی ہے نہ محض جسم بلکہ دونوں مقتول ہوتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ نہ ان کو صلیب دی ہے اور صلیب بھی روح مع الجسم کو دی جاتی ہے۔ نہ دونوں میں سے ایک ایک کو۔ بعد اس کے فرمایا: "وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه" یہاں بھی قتل کا محتاج روح و جسم کا مجموعہ ہے ان میں سے ہر ایک تنہا اور ضمائر ما قتلوه وما صلبوه بل رفع اللہ کا مرجع ایک ہے۔ پس از روئے علم و انصاف ماننا پڑے گا کہ مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کے قتل کرنے اور صلیب دینے سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ فصاحت و بلاغت اور قواعد عربی اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کیونکہ کلمہ بل کے اول میں جو کلام متضاد ہوتا ہے۔ وہ تحقق میں کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔

مرزائیوں کی تیسری دلیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں

"اذ قال الله يعيسى ابن مريم ءأنت قلت للناس اتخذوني وامي

الهین من دون اللہ۔ قال سبحانك مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ان کنت قلته فقد علمته تعلم مافی نفسی ولااعلم مافی نفسك۔ انك انت علام الغیوب۔ماقلت لهم الاماامرتنی به ان اعبدوالله ربی وربکم وکنت علیهم شهیدامادمت فیهم فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شی شهید "جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو آدمیوں سے کہتا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا، سوائے خدا کے سمجھو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:۔تیری ذات پاک ہے مجھ کو یہ لائق نہیں کہ وہ بات کہوں جو میرے لائق نہیں ہے۔ اگر میں نے کہا کہ تو۔تو وہ چیز جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے۔ اور میں وہ نہیں جانتا ہوں جو تیرے نفس میں ہے۔ تحقیق تو غیب کا جاننے والا ہے۔ ان سے میں نے وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور ان پر میں گواہ تھا جب تک ان میں تھا اور جب کہ تو نے مجھ کو موت دی تو تو ان پر نگہبان ہے اور تو ہی سب پر گواہ ہے۔

اقول:"آیت کریمہ میں لفظ"توفیتنی" واقع ہے مرزائی اس کے معنی موت کے لیتے ہیں اور تائید اس کی بخاری شریف کی حدیث جو ابن عباسؓ سے حشر کے بارے میں مروی ہے۔ کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:"فاقول کماقال البعد الصالح وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم "یعنی میں کہوں گا جیسا کہ بندہ صالح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جب تک میں ان میں تھا۔ ان کے حال سے واقف تھا اور جب تو نے مجھ کو ان میں سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگہبان اور ان کے حال سے واقف ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ یہ سوال و جواب عالم برزخ میں واقع ہوئے۔ اگر حشر میں ان کا واقع ہونا مانا جائے گا تو درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے حضرت محمد ﷺ نے تو اپنا جواب لفظ مضارع کے ساتھ دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ ماضی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے اول حساب لے کر اس کے بعد سرور کائناتؐ بلائے جائیں گے تاکہ مسیح علیہ السلام کے مطابق جواب دیں اور ایسا کسی عالم نے نہیں کہا ہے اور نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ (انتہی کلام المرزائیہ)

الجواب مرزائیوں کی تیسری دلیل کا جواب

اقول: مرزائیوں نے اس آیت سے استدلال غلط طور پر وجہ کیا ہے اور اس کے معنی موت کے لئے ہیں۔ جو نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ اور آئمہ سلف و خلف کے خلاف ہے۔ یہاں

بھی "توفیتنی" کے لغوی معنی مراد ہے۔ پورالینااور غرض اس سے آسمان پر اٹھالینا ہے اور جو کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے: "قال العبد الصالح" صیغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ "قال" کے ماضی ہونے سے استدلال کرنا محض ضعیف ہے۔ اول تو اس لئے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن پاک میں وارد ہے۔ "ونفخ فی الصور۔ واشرقت الارض۔وضع الکتاب۔ جی بالنبیین ۔قضی بینھم وغیرذلك"

پس قال بمعنی یقول یعنی مضارع کے معنی میں ہے۔ چنانچہ شواہد اس کے صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔ رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایت بیان فرمائی کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہؓ آیت سن چکے تھے: "ان تعذبھم فانھم عبادك " پس مقتضی بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کا بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہو چکے گا۔ پھر ہمارے حضور ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضورؐ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے اس لئے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا ۔اگر آیت مذکور میں: "توفیتنی" کے معنی موت کے لئے جائیں گے۔ تو بڑی غلطی وخرابی پڑ جائے گی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا عقیدہ نصاریٰ میں مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اور یہ عقیدہ یہود سے نکلا ہے اور مرزا قادیانی کے زعم کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب سے ۸۷ سال کے بعد مرے ہیں۔ کیونکہ ۳۰ برس کی عمر میں ان کو نبوت اور کار تبلیغ رسالت عنایت ہوا۔ تین برس تک تبلیغ فرمائی تھی کہ واقعہ صلیب پیش آیا۔ تو مرزائیوں کے عقیدہ کے موافق "توفیتنی" کے معنی ہوں گے کہ جب کہ تو نے مجھے واقعہ صلیب سے مار ڈالا تو تو ان پر نگہبان تھا۔ گویا حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے واقعہ سے مرے ہیں۔ ۸۷ برس کے بعد نہیں مرے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ ان آدمیوں میں پیدا ہوا تھا۔ جو قبل واقعہ صلیب کے مسیح سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام ملک شام سے نکل کر افغانستان اور پنجاب اور ہندوستان اور شہر بنارس اور نیپال اور کشمیر میں آکر تبلیغ کرنے لگے تو یہاں کے رہنے والوں میں تو ذرا بھی نصرانیت کے آثار زمانہ قدیم میں نہیں تھے اور نہ اب تک نصرانیت کے آثار کچھ زیادہ ہیں۔ بلکہ ہندو مذہب کا غلبہ ہے اور نہ الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ بعد میں ہوئے تا کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ مسیح کی موت کے بعد یہ لوگ الوہیت مسیح علیہ السلام کے

معتقد ہو گئے۔ یہ عقیدہ تو بلاد شام کے آدمیوں میں تھا: "مادمت فیھم" اور "فلما توفیتنی" بالکل باہم متصل ہیں۔ پس جب حضرت مسیح علیہ السلام ان میں تھے۔ وہ زمانہ صلیب کے واقعہ کا تھا۔ اس کے بعد مسیح علیہ السلام ان میں سے نہ چلے آئے۔ پس یا تو موت کو صلیب کے ساتھ ہی ماننا پڑے گا یا: "توفیتنی" کے معنی موت کے نہ لئے جائیں گے۔

فرقہ مرزائیہ کی چوتھی دلیل کہ توفی موت کے معنی میں ہے

مرزائی اپنے زعم باطل کے لئے احادیث ولغات سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعدؓ سے مروی ہے: "ماتوفی الله نبیا الادفن حیث یقبض روحه" یعنی انبیاء جس مقام پر مرتے ہیں، وہیں دفن ہوتے ہیں۔" اور ابن عباسؓ سے مروی ہے: "ان النبی ﷺ بکی وبکی اصحابه حین توفی سعد بن معاذ" یعنی سعد بن معاذؓ جب مرے تو حضرتؐ اور آپؐ کے اصحاب روئے۔

الجواب ...... مرزائیوں کی چوتھی دلیل کا جواب

جواب اس کا یہ ہے کہ "توفی" جب موت کے معنی میں آتا ہے۔ تو اس کے ساتھ قرینہ معنی موت کے لئے موجود ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث مستدلہ مرزائیہ میں بعد لفظ "توفی" کے لفظ "دفن" اور لفظ "بکی" کا قرینہ موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ وہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے حقیقی معنی لینا ضرور ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح مع الجسد کے اٹھائے گئے اور وفات نہیں پائی۔ اگر "توفی" بمعنی اخذ الشئی بالتمام کے ہو۔ جیسا کہ بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں اور اس بناء پر "توفی" عین مفہوم رفع عیسیٰ مع الجسد والروح ہوگا۔ تب تو ظاہر ہے کہ کوئی اشکال نہیں اور اگر بمعنی وفات ہی لیا جائے تو ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کے لئے آپ کو وفات دی گئی ہو اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں۔ جیسا کہ بعض سلف اس کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ چنانچہ: "الثانی متوفیك ای ممیتك وھو مروی عن ابن عباس ومحمد بن اسحٰق قالوا والمقصود ان لایصل اعداء ہ من الیھوذ الی قتله ثم انه بعد ذلك اکرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفو اعلیٰ ثلثة اوجه احد ھاقال وھب توفی ثلث ساعات ثم رفع ،ثانیھاقال محمد بن اسحٰق توفی سبع ساعات ثم احیاه الله تعالیٰ ورفعه الثالث قال الربیع بن انس انه تعالیٰ توفاه حین رفعه الی السماء" بہرحال ممیتک کے ساتھ تفسیر کرنا بھی کسی طرح منکر رفع کو مفید نہیں اور نہ رفع جسمانی کے منافی ہے۔

قبر یوز آسف کی تحقیق

اور مرزا قادیانی یہ کہتے ہیں کہ کشمیر میں ایک قبر ہے جسے یوز آسف نبی اور شہزادہ نبی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کہتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہزادہ نہ تھے۔ پھر کس طرح شہزادہ مشہور ہو سکتے ہیں اور نہ یوز آسف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یوز آسف تھمورس بن دیو جہاں بن ہوشنگ پسر سیامک بن کیومرز بن آدم اور بقول ہوشنگ بن فرداد بن سیاملک بن میش بن کیومرز بن آدم کا ہم عصر تھا اور اعلیٰ درجہ کے حکماء ایران سے ہوا ہے۔ اسی نے کواکب پرستی کا رواج دیا تھا اور کواکب پرستی کو معبود حقیقی کی عبادت سمجھتا تھا۔ جیسا کہ آثار الباقیہ اور دوسری کتب تواریخ میں مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی تھے نہ ایرانی اور اس سے زمانہ دراز کے بعد گزرے ہیں: "کما لا یخفیٰ علیٰ من یطالع کتب التواریخ" دوسری بات یہ ہے، یوز آسف یوسف کا تغیر بلفظ عیسیٰ یا یسوع کا متغیر تلفظ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عجب نہیں کہ کوئی صاحب یوسف ہوں ان کی قبر ہو۔ جس کو یوز آسف بھی کہنے لگے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد والہامات و پیشین گوئیوں پر نظر غور

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے سے انبیاء کی شان میں تنقیص لازم آتی ہے۔ ختم نبوت کا ابطال اور ضروریات دین کا انکار ہوتا ہے۔ جو درود وسلام قرآن مجید حضور انور ﷺ کے واسطے خاص کرتا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور آپ کے دوست رضی اللہ عنہم لکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳) میں لکھ بیٹھے ہیں کہ: "جو حقائق قرآن وحدیث (یاجوج ماجوج ابن مریم، دابۃ الارض، دجال، خر دجال وغیرہ) کا علم مجھے دیا گیا ہے وہ رسول خدا ﷺ کو نہیں تھا۔" اور مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ: "میں حضرت امام حسینؓ سے بہتر ہوں۔" (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتر ہوں۔" (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

ان کی جماعت والوں کی تو یہاں تک تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے باورچی خانہ اور پاخانہ بھی بنانا پڑا ہوگا۔ اس سے ان کی بہشت ہی میں بھیج دیا ہوتا کہ نجاری ہی کا کام کرتے۔

حضرات ناظرین! یہ سوء ادبیاں مرزائیہ جماعت کی اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول کی شان میں ہیں۔ مرزا قادیانی اپنے تئیں کسر صلیب کی پیشین گوئی کا مورد اس استدلال کی بناء پر قرار دیتے تھے کہ انہوں نے وفات مسیح کے مسئلہ پر روشنی ڈال کر عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا ہے۔

اقول...... اگر یہی وجہ مرزا کے مامور من اللہ ہونے کی ہے تو پھر سرسید احمد خان کو اس پیشین گوئی کا مصداق کیوں نہ سمجھا جائے جو مرزا قادیانی سے بہت پہلے اس مسئلہ پر اپنی فطری قابلیت سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے خیال میں یورپ کی صلیب بھی توڑ دی ہے اور اسلام کا پورا غلبہ کر دیا ہے اور قرآنی احکام یورپ کی عدالتوں میں نافذ کر دیئے ہیں۔ حالانکہ غور کیا جائے تو اس کے برعکس رہا سہا اقتدار بھی مسلمانوں کا یورپ ہضم کر کے اپنا مشن عیسائیت پھیلانے کا قائم کر چکا ہے اور صرف یورپ ہی نہیں بلکہ شاید ہی دنیا میں کوئی علاقہ ایسا ہوگا جس میں عیسائی مشینری نہ پہنچی ہو۔ برخلاف اس کے اسلام کا یورپ بھر میں باقاعدہ ایک مشن اب تک نہیں۔ پھر غلبہ کیسا۔ یورپ میں اس وقت جو کچھ اسلام پھیلا ہے۔ اول تو وہاں قبل ہی سے تبلیغی آثار اسلامی باقی تھے۔ اس کے علاوہ مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کی چند معرکۃ الآراء کتب تواریخ نے زیادہ توحید اسلام کو روشن کیا۔ جس کے باعث کچھ اور مسلمان ہوئے۔ مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ ان کے مشن نے یورپ میں تبلیغ اسلام کیا۔ اول تو حقیقی معنی میں ان کی یہ تبلیغ تبلیغ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرقہ بندی، نفاق و گمراہی کی شاخ ہے۔ کیونکہ اوّل اصول اسلام نبوت کا ماننا ہے۔ مگر مرزائی سرے سے نبوت وخاتم پیغمبران حضرت محمد ﷺ کے منکر ہیں۔

لہٰذا ان کی تبلیغ دیگر اقوام دہر سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاسکتی اور نہ ہی اس کو تبلیغ اسلام کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان کا مشن مرزا قادیانی کو نبی ماننا ہے۔ خاتم النبیین محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ماننا یہ اعتقاد کو فہ اہل اسلام کے نزدیک باعث انکار ختم نبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ کمال الدین وغیرہ نے مرزائیت کو چھپا کر خالص اہل سنت والجماعت کے مسلک ومشرب کی تبلیغ یورپ میں شروع کر دی ہے۔ لندن وغیرہ میں مرزائیت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ جو باخبر حضرات پر مخفی نہیں۔ اقول مرزا قادیانی اور ان کے متبعین نے صرف ایک مسئلہ وفات مسیح اور آمد مسیح پر زور خرچ کر دیا ہے اور اس ایک مسئلے کے متعلق کتابوں پر کتابیں، رسالوں پر رسالے

لکھے چلے جاتے ہیں اور باقی اجزاء اسلام کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر انصاف پذیر دل لے کر غور کیا جائے تو سرسید قانون فطرت و نیچر کی حمایت میں مسیح علیہ السلام کو مارتے ہیں۔ مرزا قادیانی اس لئے ان کی ہلاکت کے درپے تھے کہ اسامی خالی ہو اور ہمیں مل جائے۔ مرزا قادیانی کو معلوم نہیں کیا لعل لگ گئے ہوئے تھے کہ اسلام کی حیات کا دارومدار صرف ان کی ذات پر منحصر تھا جو آج تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوئے اور بقول مرزا قادیانی کے اللہ نے ان سے فرمایا کہ جس طرف تیرا منہ ہے اسی طرف میرا منہ ہے اور تو میری مراد ہے۔ (کتاب البریہ ص۷۶،۷۷، خزائن ج۱۳ ص۱۰۱،۱۰۲) یہ نہایت گستاخانہ کلمات ہیں جو حقیقت الوحی وغیرہ میں موجود ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تو قرآن مجید کو نور اور حیات بخش فرماتا ہے اور مرزائی اس کو مردہ تعلیمات اور بے اثر کلام قرار دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن مجید کی اور توہین نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ کہ مرزا قادیانی کے ماننے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا خبیث ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ جس قدر کسی شے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ تمام قوانین رحمت ومغفرت ایک مرزا ہی کے تابع ہوئے۔ خداوند عالم اور اسلام کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے قرآن اور اسلام کی ہدایت کے مطابق عمل صالح کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں ہوسکتی ہے۔ تاوقتیکہ مرزا کو ساتھ ساتھ نبی نہ مانا جائے۔ مرزا قادیانی نے اہل اسلام پر سب سے زیادہ بڑھ کر ظلم یہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو حکم عام دے دیا ہے اور تحریر کر گئے ہیں کہ وہ باقی تمام مسلمانوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے جنازے اور نماز وغیرہ میں شامل ہوں اور نہ انہیں السلام علیکم کہیں۔

جیسا کہ حقیقت الوحی اور ان کے خلیفہ کی کتاب انوار خلافت ص۹۲ میں ہے۔ مرزا قادیانی کا الہام یہ ہے کہ: ’’خدا مجھ سے ہے اور میں خدا سے ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷) ’’اور اگر خدا مجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان وزمین کو نہ پیدا کرتا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۹۹، خزائن ج۲۲ ص۱۰۲)

حالانکہ خاتم النبیین سرور کائنات محمد ﷺ کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اور یہ جو مشہور ہے: ’’لولاک لما خلقت الافلاک‘‘ یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے حدیث قدسی

قرار دینا اور آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ کو معنا صحیح ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تحفہ اثناء عشریہ وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ پادریوں کی پہیلی ایک میں تین اور تین میں ایک کے حل کرنے میں اتنی وقت نہیں جتنی مشکل مرزا قادیانی کے معماو ارالہام :"انت منی وانا منك" کے سلجھانے میں پیش آتی ہے۔ اموران الٰہی مبعوث ہوکر ایک ہی مرکز پر ٹھہرتے ہیں اور لوگوں کو دائرہ ہدایت میں لاتے ہیں۔ کوئی ان میں سے اپنے نصب العین کو چھوڑتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔

مرزا قادیانی کہیں عیسیٰ ہیں اور کہیں مثیل مسیح۔ کہیں مہدی ہیں کہیں کرشن، مرزائی اسلام نے لوگوں کے دلوں سے رہے سہے ایمان کی جڑ کھوکھلی کرنی شروع کردی لا حــــول و لا قوۃ الا باللہ اس لئے کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں اور الہامات پڑھ پڑھ کر غور پسند دل میں کیا یہ نہیں گزرتا ہوگا کہ جب اس ہوشیاری اور روشنی کے زمانہ میں اچھے اچھے نوجوانوں کی عقل مار کر معتقد بنانے والے اور کلمہ پڑھانے والے چالاک آدمی ہوگئے تو حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے سیدھے سادے لوگوں کا پھندے میں لے آنا کیا ہی مشکل ہوگا۔ ان کے معجزات و پیشین گوئیاں بھی ایسے وزن اور حقیقت کی ہوں گی۔

مرزا قادیانی نے بڑے شد و مد سے دعویٰ کیا تھا کہ میرا ایک عورت (محمدی بیگم) سے نکاح ہونا ضرور ہے۔ جو آسمان پر ان سے پڑھا جاچکا ہے۔ مگر وہ بی بی باوجود ہزار کوششوں کے ان کے نکاح میں نہ آئیں۔ بلکہ اسی زمانہ میں ایک دوسرے شریف انسان کی بی بی ہوئیں۔ مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ اب آسانی منکوحہ کے ملنے کی کوئی امید نہیں تب انہوں نے حقیقت الوحی میں لکھ دیا کہ خدا جس خبر اور وعدے کو چاہے پورا کرے اور جس کو چاہے باطل کردے۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے سے قبل مرزا قادیانی نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں عارضہ ہیضہ یا وبائی مرض سے انتقال کیا۔

(ازالہ اوہام و اربعین نمبر ۳ ص ۳۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۲) میں مرزا قادیانی کا الہام یہ ہے کہ میری عمر ۸۰ سال کی ہے۔ مرزا قادیانی کی سوانح عمری جوان کے خاص مرید نے (حصل مصفی ج ۲ ص ۶۳۶) میں لکھی ہے۔ اس میں سال پیدائش ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء لکھا ہے۔ اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۶۹ یا ۶۸ سال ہوتی ہے اور قاضی فضل احمد نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں

قرآن کی آیت: "الا فی الفتنۃ سقطوا" کے اعداد جمل سے ۱۲۵۹ھ سال پیدائش نکالا ہے۔اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر صرف ۶۷ سال کے قریب ہوتی ہے۔جس پر مرزا قادیانی کو بھی اعتبار ہے۔(برکات الدعا ٹائٹل پیج ص ۲، خزائن ج ۶ ص ۲) پر بھی مرزا قادیانی نے اپنی عمر ۵۲ سال تحریر کی ہے۔جو کہ ۱۸۹۳ء میں چھپی تھی۔اس طرح سے بھی ان کی عمر ۶۷ سال کی بنتی ہے اور مرزا قادیانی کے الہام سے جو رجسٹری جائیداد مندرجہ کتاب فضل رحمانی میں مندرج ہے۔ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی عمر ۹۵ سال کی بڑی جدوجہد و تکرار واصرار سے ہاتھ پائی کر کے ایک صاحب قبر کی دعا سے منظور کرائی تھی۔مگر یہ سب باتیں لغو ثابت ہوئیں اور بہت سی پیشین گوئیاں مرزا قادیانی کی موت سے باطل ہوگئیں۔مثلاً:

۱...... "مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں دجال اور کذاب ہوں۔"

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸)

۲...... "ڈاکٹر عبدالحکیم میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نیست و نابود ہو جائے گا۔"

(تبصرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۱)

۳...... "عالم کباب کی پیدائش جس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کے لئے تباہ ہو جانا تھا اور پھر مرزائیوں کی فتح اور خوشی ہونی تھی۔" (الحکم ۱ جون ۱۹۰۸ء)

۴...... "دو خواتین مبارکہ تیری نکاح میں آئیں گی۔جن کو تو نصرت جہاں بیگم کے بعد پائے گا اور ان سے تیری نسل بکثرت ہوگی۔"

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۲)

ان پیشین گوئیوں کے وقوع میں آنے سے پیشتر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چل دیئے۔مرزا قادیانی کے اول والہامات و پیشین گوئیاں بقدر ضرورت ان کے مصنفہ کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔

نظر غور فرمائیں کہ مرزا نے علمائے اہل سنت والجماعت کو جن الفاظ میں اپنی زبان و تصانیف میں یاد کیا ہے۔اس سے زیادہ گندے الفاظ سے کسی انسان کو میسر نہیں آسکتے۔چنانچہ ملاحظہ فرمایئے۔اعجاز احمدی وغیرہ میں (۱) خبیث (۲) شیطان (۳) منحوس (۴) کذاب (۵) ناری (۶) غوی (۷) اجہل (۸) احمق (۹) شقی (۱۰) ذیب (۱۱) ملاعین (۱۲) اشرار اللئام (۱۳) فتان (۱۴) دجال مفتری (۱۶) اوباش بے ایمان (۱۷) بے حیا (۱۸) کلب وغیرہ وغیرہ جس کی انتہا نہیں۔

مرزا قادیانی کے کشفی حالات از کتاب حقیقت الوحی وغیرہ

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: "ایک رات کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھ کو ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالیں اور صاف کیں اور میل وکدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا اور مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا۔ مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنادیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر فرشتہ غائب ہو گیا۔"

(تریاق القلوب ص ۹۵، خزائن ج ۱۵ ص ۳۵۲)

اور مرزا قادیانی اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گئے اور کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ پر کشفی طور پر دکھایا گیا کہ: "میں نے بہت سے احکام قضاء وقدر کے اہل دنیا کی نیکی وبدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری تعالیٰ کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دے۔ سو خدا نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی۔ اس کو جھاڑ دیا۔ اس کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے جن کو میں نے بچشم خود دیکھا۔"

(حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷)

دیگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: "میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ میں نے بشمیر داس کھتری کے نوشتہ قضاء وقدر کی نصف قید کو اپنے قلم سے کاٹ دیا۔ مگر بری نہیں کیا۔"

(سراج منیر ص ۳۲، ۳۱، خزائن ج ۱۲ ص ۳۷)

"ایک بار کشف میں دیکھا کہ تو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔" (تذکرہ ص ۹۷ طبع سوم) ایک نبی کی شان اور یہ گندی نسبت "لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ"

دیگر قول مرزا کشفی الہام "ایک بار حالت کشف میں اللہ کی روح ان پر غالب ہو گئی اور اس نے اپنے وجود میں مرزا قادیانی کو پنہاں کر لیا اور انہوں نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ نئے نظام اور نئے آسمان اور نئی زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہیں پھر انہوں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ الیٰ آخرہ"

(تذکرہ ص ۱۹۰، ۱۸۹ طبع سوم)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو خدا نے مخاطب کر کے فرمایا: "یلاش" خدا کا نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی نام ہے اور لطف ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن وحدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنی مجھ پر یہ کھولے گئے کہ "یــالاشــریــك" (تذکرہ ص ۷۹ ۶ طبع سوم) "الہام میں بار بار میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔" جیسا کہ (براہین احمدیہ کے ص ۵۶۱، خزائن ج ۱ ص ۶۷۰ حاشیہ در حاشیہ) میں الہام ہے: "سـلام عـلـے ابراهيم صافيناه ......الخ"

مرزا قادیانی کے لغو خیالات و بے معنی دعویٰ

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: "قرآن کریم میں مسیح کے جو معجزات ہیں وہ مسمریزم ہیں۔" (ازالہ ص ۵۰۷، خزائن ج ۳ ص ۵۰۶ ملخص) مرزا قادیانی اپنی دعا کے ضمن میں خدا سے خطاب کرتے ہیں۔ "تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی صداقت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اسلام کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا ہے اور تو نے ہی مجھ سے کہا کہ تو میری نظر میں منظور ہے۔ میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اور تو نے ہی مجھ سے فرمایا کہ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۷۰۶) میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کرلیا۔ (حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ۲۲ ص ۷۰۹)

اقول خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اول اول دعویٰ مجددیت کا کیا۔ پھر ظلی طور پر مسیح موعود ہوئے۔ پھر بروزی مسیح موعود بن گئے۔ جب ترقی ہوئی تو حضور اقدس ﷺ کے ظل ہو گئے۔ اسی اثناء میں مہدی، حکم، کاسر الصلیب، امام الزمان وغیرہ وغیرہ بنتے رہے۔ حتیٰ کہ کرشن ہونے سے بھی نہ چوکے۔ شدہ شدہ ان کے لئے یہاں تک بڑھی کہ اصلی مسیح موعود ہو گئے۔ جب کہ دعویٰ بھی فیاضی کے ساتھ ان کی جماعت نے تسلیم کرلیا تو پھر حضرت مسیح سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

مرزا قادیانی کا شعر ملاحظہ ہو:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

جب خوش اعتقادوں نے اس پر بھی اف نہ کی تو مرزا قادیانی تھے آدمی ہوشیار۔انہوں نے خیال کیا کہ جب مصدقین اس بری طرح اپنی عقلوں کو ہم اور ہمارے کلام پر نثار کررہے ہیں تو اب کوئی کسر اٹھار کھنے کی کوئی وجہ نہیں۔چنانچہ انہوں ان کی ضرورت کے مطابق ان کو فوراً الہام ہوا:

"انت منی بمنزلة ولدی" (حقیقت الوحی ص۸۶،خزائن ج۲۲ص۸۹)

لڑکے بننے کے بعد اب خدائے تعالیٰ کے ہاں بے تکلف دوستی ہوتی ہے۔چنانچہ اپنے رسالہ (ضرورت الامام ص۱۲،خزائن ج۱۳ص۴۸۳) میں لکھ دیا ہے کہ:"خدا تعالیٰ اس عاجز سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرہ سے اتار دیتا ہے اور میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ گویا مجھ سے ٹھٹھا کر رہا ہے۔"

اقول...... جب ٹھٹھے بازی کی نوبت پہنچ گئی تو اب برابر کی دوستی میں کیا شبہ رہا۔اس کے بعد مرزا قادیانی عین خدا ہو جاتے ہیں۔چنانچہ الحکم مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی کا الہام لکھا ہے:"انما امرك اذااردت شیئا ان تقول له کن فیکون" اور (حقیقت الوحی ص۱۰۵،خزائن ج۲۲ص۱۰۸) میں بھی ہے۔

اقول:مرتبہ:"کن فیکون" حاصل ہونے کے بعد ان میں اور خدائے تعالیٰ میں کیا فرق رہا؟نعوذ باللہ!

دیکھئے پیارے ناظرین سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اور اس کا خاتمہ کہاں ہوا۔پھر لطف یہ ہے کہ اس کے بعد مجددیت کے پردے کی آڑ لیتے رہے اور مثیل مسیح موعود اور مثیل مصطفیٰ ﷺ اپنے کو لکھتے رہے۔غرض کہ مرزا قادیانی اپنی تحریرات کے بموجب خدا بھی تھے۔ خدا کی اولاد بھی تھے اور خدا کے دوست بھی تھے۔کرشن بھی تھے۔مہدی بھی تھے۔مجدد بھی تھے۔ مسیح بھی تھے اور ظلی نبی بھی تھے اور نا معلوم کیا کیا تھے۔ان پر ایمان لانا بھی فرض تھا۔کیونکہ نبی تھے اور بالکل فرض نہ تھا۔کیونکہ صرف مجدد تھے۔غرض کہ مرزا قادیانی سب کچھ تھے اور کچھ نہ تھے۔لاحول ولاقوة الا باللہ!

خاتم پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

خاتم پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام باعتقاد اہل ملت اسلام ایک سے زیادہ نہیں اور نہ

ہوسکتا ہے اور وہ صرف ذات پاک حضرت احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول بحیثیت نبی یا رسالت نہ آیا اور نہ قیامت تک آئے گا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے کہ تمام مکان تیار ہوا۔ صرف اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی۔ پھر اس محل کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے۔ مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ جو خالی تھی بند کردی۔ میرے ساتھ دیوار ختم ہوگئی اور میرے ساتھ رسول ختم کئے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں اور بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں۔

علامہ محدث قاضی عیاض (شفا شریف میں انہیں نقل کیا ہے بوجہ خوف تطویل صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نازل ہوں گے۔ وہ بھی بعنوان رسالت نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ دین محمدی ﷺ کے تابع ہوں گے اور اسی دین محمدی کو رواج دیں گے۔ باوجودیکہ وہ نبی ہیں اور اپنی نبوت پر باقی ہیں اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا اور نہ کوئی شریک آنحضرت ﷺ کا نبوت و رسالت میں ان کے زمانہ میں تھا اور آئندہ کوئی نیا نبی مبعوث ہوسکتا ہے اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں ہے: "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

"اقول والخاتم اسم اٰلۃ لما یختم بہ کالطابع لمایطبع بہ فمعنی خاتم النبیین الذی ختم النبیون بہ وما لہ اخرالنبیین وقال المبرد خاتم فعل مامن علی فاعل وھوفی معنی ختم النبیین فالنبیین منصوب علی انہ مفعول بہ ولیس بذاک وقرأہ الجمھور وخاتم بکسرالتاء علی انہ اسم فاعل ای الذی ختم النبیین والمرادبہ اخرھم۔ ایضاً و فی حرف ابن مسعود ولکن نبیاختم النبیین والمرادبالنبی ملھواعم من الرسول فیلزم من کونہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ختم النبیین والمراد بکونہ علیہ اصلوہ والسلام ختمھم انقطاع حدوث وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ الصلوۃ والسلام بھا فی ھذہ النشأۃ ولایقدح فی ذلک ماجتمعت الامۃ علیہ

واشتهرت فيه الاخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوى ونطق به الكتاب على قول ووجب الايمان به واكفر منكر كالفلاسفة من نزول عيسىٰ عليه السلام أخر الزمان لانه كان نبياقبل تحلى نبيناﷺ بالنبوة فى هذا النشأة ومثل هذايقال فى بقاء الخضر عليه السلام على القول بنبوته وبقاءه ثم انه عليه السلام حين ينزل باق على نبوته السابقة لم يعزل عنها بحال لكنه لايتعبدبها لنسخهافى حقه وحق غيره وتكليفه باحكام هذه الشريعة اصلا وفرعا فلايكون اليه عليه السلام وحى ولانصب احكام بل يكون خليفة لرسول اللهﷺ وحاكما من حكام ملته بين امته بما علمه فى السماء قبل نزوله من شريعة عليه الصلوة والسلام كما فى بعض الاثار اوينظر فى الكتاب والسنة وهو عليه السلام لا يقصر عن رتبة الاجتهاد المؤدى الى استنباط مايحتاج اليه ايام مكثه فى الارض من الاحكام وكسره الصليب وقتله الخنزير ووضعه الجزية وعدم قبولها مما علم من شريعتنا صوابيته فى قولهﷺ ان عيسىٰ ينزل حكما عدلا يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية، كمافى الصحاح فنزوله عليه السلام غاية لاقرار الكفار ببذل الجزية على تلك الاحوال ثم لايقبل الاالاسلام لانسخ الها قاله شيخ الاسلام ابراهيم اللقانى فى هداية المريد الجوهرة التوحيد وقوله انه عليه السلام حين ينزل باق على نبوة السابقة لم يعزل عنها بحال لكنه لايتعبدبها الخ احسن من قول الخفاجي الظاهر ان المراد من كونه على دين نبينا عليه الصلوة والسلام وكذالم يتقدم لامام الصلوة مع المهدى ولااظنه غنى بالانسلاخ عن وصف النبوة والرسالة عزله عن ذلك بحيث لا يصح اطلاق الرسول والنبى عليه السلام فمعاذالله ان يعزل رسول اونبى عن الرسالة اوالنبوة بلاكلالاتعقل ذلك لعله اراداته لايبقى له وصفاتبليغ الاحكام عن وحى كما كان له قبل الرفع فهوعليه السلام نبى رسول قبل الرفع وفى السماء وبعد النزول وبعد الموت ايضاوبقاء النبوة والرسالة بعد الموت فى

حقه وحق غيره من الانبياء والمرسلين عليهم السلام حقيقة مماذهب اليه غيرواحد فان المتصف بهماوكذاالايمان هوالروح وهي باقية لاتتغير بموت البدن نعم ذهب الاشعرى كماقال النسفي الى انهما بعد الموت باقيان حكملوماافاده كلام اللقاني من انه عليه السلام يحكم بماعلم في السماء قبل نزوله من الشريعة قدافاده السفارنبي في البحور الزاخرة وهوالذى اميل له واماانه يجتهد ناظرافي الكتاب والسنةّ فبعيد وان كان عليه السلام قد اوتي فوق مااوتي مجتهدوالامم مما يتوقف عليه الا جتهادبكثيرانهقدذهب معظم اهل العلم الى انه حين ينزل يصلي وراء المهديؓ صلاة الفجر وذلك الوقت بضيق عن استنباط ماتضمنته تلك الصلوة من والاقوال والافعال من الكتاب والسنة علے الوجه المعروف نعم لا يبعدان يكون عليه السلام قد علم في السماء بصفا ووكل الیٰ الاجتهاد والاخذ من الكتاب والسنة في بعض اخرو قبل انه عليه السلام ياخذالاحكام من نبيناﷺ شفاهابعدنزوله وهوفي قبره الشريف عليه الصلوة والسلام وايدبحديث ابى يعلى والذى نفسي بيده لينزلن عيسےٰ ابن مريم ثم لئن قام على قبرى وقال يامحمد لاجيبّنه وجوز ان يكون ذلك بالاجتماع معه عليه الصلوة والسلام روحانية ولابدع في ذلك فقدوقعت رؤيتهﷺ بعدوفاته بغيرواحدمن الكاملين من هذه الامة والاخذمنه يقظة قال الشيخ سراج الدين بن الملقن في طبقات الاولياء قال الشيخ عبدالقادر الكيلاني قدس سره رايت رسول اللهﷺ قبل الظهر فقال لي يابني لم لاتتكلم الخ والرواية طويلة"

یعنی محمدﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ لیکن وہ خداوند تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں کی مہر ہیں کہ ان پر پیغمبری ختم ہوئی۔ ان کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور بہت سے احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔ مرزا قادیانی نے لاہور کے وعظ میں اپنے انتقال کے دن سے قبل اپنی نبوت کے ثبوت میں کہا تھا کہ کیا خدا بوڑھا ہوگیا ہے؟ مرگیا ہے؟ یا اس کے قویٰ معطل ہوگئے ہیں کہ وہ

اب حسب عادت سابق نبی پیدا نہیں کر سکتا؟ اقول بالفرض والتقدیر جیسا کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا یا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا۔ تو ان کے پہلے کتنے مجدد آئے اور ان کے نام کیا ہیں؟ یا نبی آئے تو مرزا قادیانی کے پہلے کتنے نبی آئے اگر نہیں آئے اور یقیناً نہیں آئے تو آج تیرہ سو برس کے بعد مرزا قادیانی قادیان میں کہاں سے نبی پیدا ہوئے۔ اگر مرزا قادیانی کا استدلال برائے چندے صحیح مان لیا جائے تو آخر اس عرصہ طویل میں کیوں کوئی نبی پیدا نہیں ہوا؟: "ها برهانكم ان كنتم صادقين والا انما الوبال عليكم من الملك المتعال والله على ما اقول وكيل" مرزا قادیانی کی یہ گستاخانہ تقریر وکفریہ کلمات ہیں۔ خداوند تعالیٰ بقول ان کے نہ مرا ہے نہ اس کے قویٰ معطل ہوئے ہیں۔ مگر وہ وعدہ کر چکا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بھیجے گا۔ اس لئے اب اگر نبی پیدا کرے تو اللہ کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور یہ محال ہے: "وما علينا الا البلاغ."

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما یستحقہ کے عقائد واباطیل

ہم یہاں مرزا قادیانی کی کتابوں سے ان کے اقوال، اباطیل اور عقائد مشتے نمونہ از خروارے نقل کرتے ہیں۔ جو وہ عوام الناس میں چھوڑ گئے ہیں۔ جس سے مرزا قادیانی کا گمراہ ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا۔ نیز اس امر کی بھی توضیح وتشریح ہو جائے گی کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ صرف نبوت کا ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تمام انبیاء ورسل کے افضل ہوں۔ یہ اقوال ایسے بدیہی الابطال ہیں۔ جن پر ردوقدح کی ضرورت نہیں۔ اس لئے صرف ان کے الفاظ نقل کر دینے پر اکتفا کیا گیا۔

۱...... مرزا قادیانی کا اپنی وحی پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا: "جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور قرآن کریم پر۔ تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرے کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں۔ جس کی حق الیقین پر بنا ہے۔"

(اربعین نمبر ۴ ص ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۴۵۴)

۲...... مرزا قادیانی کا اپنے الہامات پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا: "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن کریم کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۰)

۳...... دعویٰ نبوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ: ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور ان کا نام غلام احمد رکھا۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہرگز نہیں کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ پر ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

۴...... کھلے کھلے الفاظ میں نبوت کا دعویٰ: ”میں نبی ہوں اور اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

۵...... دیگر انبیاء پر فضیلت کا دعویٰ: ”کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔“
(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴)

۶...... مرزا قادیانی کا خدائی دعویٰ: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہو گیا ہوں، اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اللہ ہی ہوں۔ پھر میں نے زمین و آسمان پیدا کیا۔“
(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ۵۶۴، ۵۶۵)

۷...... مرزا قادیانی کا حیض آنا: ”بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ مجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے، اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔“
(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

۸...... مرزا قادیانی کا اہل بیت پر حملہ: ”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔“
(اخبار الحکم نمبر ۴ جلد ۴ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء، ملفوظات ج ۱ ص ۴۰۰ طبع جدید)

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم
(الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۱ء، نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

۹...... توہین انبیائے کرام: "بلکہ اکثر پیشین گوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے۔" (ازالہ اوہام ص ۱۴۰، خزائن ج ۳ ص ۱۷۱)

۱۰...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناپاک حملہ اور آپ کے اجداد وجدات کی سخت توہین: "آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، آپ کا کنجریوں سے میلان شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ ان کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵، ۶، ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۱۱...... حضور سرور عالم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار: "نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب وآفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔" (ازالہ ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

۱۲...... قرآن شریف میں سخت زبانی: "قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریقے استعمال کر رہا ہے، ایک نہایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔" (ازالہ اوہام ص ۲۵، خزائن ج ۳ ص ۱۱۵ حاشیہ)

۱۳...... قرآن شریف کا نزول قادیان میں: "انا انزلناہ قریبا من القادیان۔"
(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۷۳ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸)

۱۴...... قرآن شریف کے معجزات مسمریزم ہیں: "قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردہ جس کا خون نبی اسرائیل نے چھپا لیا تھا۔ جس کا ذکر "واذ قتلتم" کی آیت میں ہے کہ اس گائے کے گوشت کی بوٹیوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زیادہ ہو گیا تھا یا ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی تا کہ چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا۔" (ازالہ اوہام ص ۷۴۸ تا ص ۷۵۰، خزائن ج ۳ ص ۵۰۳، ۵۰۲)

۱۵...... حضرت مہدی علیہ السلام نہیں آئیں گے: "محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۱۵۷، خزائن ج ۳ ص ۳۳۲)

۱۶...... دجال سے مراد پادری ہیں: "مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی۔ یہی پادریوں کا گروہ ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۴۹۵، ۴۹۶، خزائن ج ۳ ص ۳۶۵)

۱۷...... ریل گاڑی دجال کی سواری یا گدھا ہے: "وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا، پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے۔" (ازالہ صفحہ ۶۸۵، خزائن ج ۳ ص ۴۷۰)

۱۸...... یاجوج ماجوج درحقیقت کوئی چیز نہیں: "یاجوج وماجوج سے دو قومیں انگریز و روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔" (ازالہ ص ۵۰۲، ۵۰۸، خزائن ج ۳ ص ۳۷۳)

۱۹...... آفتاب قرب قیامت میں مغرب سے نہیں نکلے گا: "مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔" (ازالہ ص ۵۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۷۶،۳۷۷)

۲۰...... مرزا قادیانی کا فتویٰ، مرزائیوں کی نماز دوسرے مسلمانوں کے پیچھے صحیح نہیں: "اس لئے کہ وہ اس لائق نہیں کہ میری جماعت سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ وہی تمہارا امام ہو جو تم میں سے ہو۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۱۸، اربعین نمبر ۳ ص ۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۷)

۲۱...... غیر مرزائیوں سے مناکحت حرام ہے: "میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں۔" (فتاویٰ احمدیہ ص ۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۷)

۲۲...... مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے: "میرا منکر کافر ہے۔"

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

خاتمہ مفیدہ در مہدی و مسیح علیہما السلام

جو شخص خالی الذہن ہو کر ان احادیث کو جو حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہیں۔ یا اگر اصل احادیث نہ سمجھ سکے تو ترجمہ فارسی یا اردو مشکوٰۃ شریف میں ان ابواب کو فہرست میں صفحہ دیکھ کو نکال کر ترجمہ ان کا دیکھے گا۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھ لے گا اور اس کے نزدیک کا معائنہ متیقن ہو جائے گا کہ ابھی تک ان صفات وعلامات کا مصداق ظاہر نہیں ہوا اور کھینچ تان کر کسی کا مصداق بن جانا یا بنا دینا تو تمام شریعت مطہرہ سے امن واطمینان اٹھا دیتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے احتمالات تو نصوص صلوٰۃ وزکوٰۃ میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور ملاحدہ نے نکالی بھی ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اعمال میں تو ان احتمالات کو فاسد وباطل قرار دیا جائے اور عقاید میں

ان کو بیچ و جتا سمجھا جائے۔ مقتضیٰ تدین و تقویٰ کا تو یہ ہے کہ غرض نفسانی و ہوا پرستی کو چھوڑ کر نظر حق طلبی سے کتاب و سنت کو دیکھ کر عقاید و اعمال میں ان کا اتباع کیا جائے۔ ورنہ غلبہ ہوائے نفسانی سے حق ہرگز واضح نہیں ہوتا۔

باقی رہا مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر کاذب ہوتا تو میں اب تک ہلاک کر دیا جاتا اور اس باب میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: "ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين ،فمامنكم من احد عنه حاجزين (المعارج:۴۴تا۴۷)" میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اگر مراد مطلق "تقول" ہے تو تمام کفار اپنے کفر و شرک میں متقول علی اللہ ہیں۔

چنانچہ ظاہر ہے اور قرآن مجید میں بھی ان کو متقول علی اللہ کہا گیا ہے: "واذا افعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها اباء نا، والله امرنا بهاقل ان الله لايامر بالفحشا أ اتقولون علی الله مالا تعلمون (الاعراف:۲۸)" (وغیر ذلک) حالانکہ بجتیرے ان کے ہلاک نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی شان میں جا بجا اس قسم کی آیتیں فرمائی گئی ہیں: "سنستدرجهم من حيث لا يعلمون ،واملی لهم ان كيدی متين (الاعراف:۱۸۳،۱۸۲) قل من كان فی الضللة فليمدده الرحمٰن (مریم:۷۵)"

پس یہ تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ مطلق تقول مراد نہیں۔ کوئی خاص تقول ہے۔ پھر یہ کہ وہ خاص کیا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جس دعویٰ کے باب میں یہ آیت آئی ہے۔ یعنی نبوت کے دعویٰ جو حضور ﷺ نے کیا اور جس حالت میں یہ نازل ہوئی ہے۔ یعنی اس وقت شریعت کی تکمیل نہ ہوئی تھی اور اس لئے دلائل شرعیہ سے ایسے امور میں اتمام حجت نہ ہو سکتی تھی۔ ویسا ہی دعویٰ اور اسی حالت کی مراد ہے۔ پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ اور حج شرعیہ سے لوگوں کا التباس رفع نہ ہو سکے۔ نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ بمقتضائے حکمت و رحمت خداوندی کے خلق گمراہ نہ ہو ضرور ہلاک کیا جائے گا۔ سو اگر اب کوئی شخص تقول کرے اول تو وہ نبوت کا دعویٰ اگر بالفرض کوئی ایسا بھی کرے جیسا کہ مرزا قادیانی نے بتوجہ تکمیل اصول و فروع شرعیہ کے اس پر بھی احتجاج ہو سکتا ہے اور لوگوں کو بھی بوجہ وضوح دلائل شرعیہ کے التباس و اشتباہ واقع نہیں ہو سکتا۔ پس ایسا "تقول" مستلزم اہلاک نہیں ہے۔ جب اہلاک لازم ہی نہیں تو اس کی نفی میں "تقول" کی نفی پر استدلال کرنا باطل ہے۔ پس یہ دلیل بھی گاؤ خورد و باطل ہے۔ والله يهدی من يشاء الی صراط مستقیم!